تفسیر مفاتیح الغیب (سورۃ المائدۃ) میں مذکور مسائل وضو کا جائزہ: فقہی مکاتبِ فکر کی روشنی میں

The Problems of ablution narrated in Tafseer Mafateeh al Ghiab(Sura Al Maida): a research evaluiation in light of Jurists opinions

نور اللہ[i] ڈاکٹر مقدس اللہ[ii]

Abstract

Imam Fakhr al- Dinal –Razi (1149-1209) the writer of 93 huge academic deliberations is also the author of Mafatih al-Ghaib" the keys to unknown" commonly known as Al –Tafsir al-Kabir . This encyclopedic Arabic commentary possesses a distinctive method of interpretation, rational and logical discussions, rhetorical explanations and grammatical structures of the Qur'anic verses. The intellectual brilliance of Imam Razi has universally been highly praised and testified. Several works have,so far, came out which discuss his biography and views, especially his position on logic and philosophy. The researcher has chosen to analyzeand evaluate the details of wazu(ablution) in the light of four Sunni Schools of thought Al Fiqh 'ala Al Madhahib Al Arba'ah, which have been described by Imam Razi in sura Maida. All Muslims are required to do the ritual cleansing (wudu) before performing their prayers so it is obligatory for every muslim to perform the wadu according to the teachings of Quran and Sunnah.

Key words: *Mafatih al-Ghaib, ablution,prayer , Quran, Hadith*

[i] پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف پشاور

[ii] اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، شہید بینظیر بھٹو یونیورسٹی، شرینگل، دیر اپر

علوم کی کثرت اور ان کی اشاعت ایسی خارج از شمار و قیاس ہے کہ ان کی بابت زیادہ سے زیادہ انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ اس دریا کی تھاہ معلوم کرنا اور اس سر بفلک پہاڑ کی چوٹی پر پہنچنا غیر ممکن و محال ہے۔ انہی علوم کثیرہ میں ایک "علم تفسیر" ہے۔ تفسیر کا آغاز سب سے پہلے عہد رسالتؐ میں ہوا کیونکہ سرور کائنات قرآن کریم کے اولین شارح اور ترجمان تھے۔ قرآن کا جو حصہ نازل ہوتا آپؐ اس کی ترجمانی فرماتے۔

عہد رسالتؐ میں حضورؐ کی حیات میں صحابہ کرام تفسیر قرآن کی جسارت نہیں کرتے تھے کیونکہ حضورؐ بذات خود اس کام کے کفیل تھے۔ مگر رحلت نبی کریم ﷺ کے بعد قرآنی علوم سے واقف صحابہ کرامؓ کے لیے اپنے علم کے اظہار اور آپؐ کی صحبت سعیدہ سے حاصل کردہ معلومات کے کشف و توضیح کا اظہار ناگزیر تھا اور اس ضمن میں دس صحابہ کرامؓ کو خاص طور پر مقبولیت حاصل ہوئی جن میں حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ شامل ہیں۔

صحابہ کرام کے تفسیری اقوال سے تابعین نے بھرپور استفادہ کیا اور تفسیری روایات کو جمع کرنے کا آغاز ہوا اور مکہ، مدینہ اور عراق میں اعلیٰ پایہ کے مفسرین موجود تھے اور اہل مکہ سب سے بڑے تفسیر دان تھے کیونکہ انہوں نے براہ راست حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے استفادہ کیا تھا مثلاً مجاہدؒ، عطا بن ابی رباحؒ، عکرمہؒ، سعید بن جبیرؒ اور طاؤسؒ وغیرہ۔ تفسیر (مفاتیح الغیب) کے مصنف امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین بن حسن الرازی ہیں۔ جو علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت کے ساتھ ساتھ دیگر علوم میں جامعیت کی بدولت مشہور ہیں۔ یہ تفسیر بالروایۃ والدرایۃ والاشارہ کا حسین امتزاج ہے۔

تفسیر کبیر کی خصوصیات میں یہ بھی شامل ہے۔ امام رازیؒ فقہی احکام کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ امام رازیؒ آیات کی تفسیر کرتے وقت ان کو چند مسائل میں تقسیم کرتے ہیں اور پھر ان کی تاویل و تفسیر کرتے ہوئے اہل سنت کے عقائد کی حمایت کرتے چلے جاتے ہیں۔ تفسیر مفاتیح

الغیب میں امام رازی نے آیات قرآن کی روشنی میں جن مسائل کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ان میں وضو کے مسائل بھی ہیں جو انہوں نے سورہ مائدہ کی آیت نمبر 6 کے ذیل میں بیان کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ [1]

"اے ایمان والو! جب نماز کے لیے کھڑے ہوں تو اپنا چہرہ دھولو اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھولو اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہو جاؤ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آئے یا تم نے عورتوں سے صحبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھ کا اس سے مسح کرو، اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے ہاں یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب ستھرا کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے کہ تم اس کا احسان مانو"۔

يأيها الذين ءامنوا إذا قمتم إلى الصلاة فاغسلوا وجوهكم وأيديكم إلى المرافق وامسحوا برؤوسكم وأرجلكم إلى الكعبين

اللہ تعالیٰ نے سورۃ کی ابتدا اپنے اس ارشاد يا أيها الذين آمنوا أوفوا بالعقود[2] "اے ایمان والو! اپنے قول پورے کرو۔" سے فرمائی ہے اس لیے کہ رب اور بندہ کے مابین عہد ربوبیت اور عہد بندگی ہوا ہے پس اللہ تعالیٰ کا فرمان (أوفوا بالعقود) کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے بندوں سے بندگی کا عہد پورا کرنے کا مطالبہ فرمایا ہے گویا کہ یوں کہا گیا کہ یہاں پر عہد کے دو اقسام ہیں۔ اے رب! تیری جانب سے ربوبیت اور تربیت کا وعدہ اور ہماری طرف سے عبادت اور بندگی کا وعدہ۔ پس تو اپنی ربوبیت کا عہد پورا کرنے کا زیادہ حق دار ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں پہلے میں اپنی ربوبیت اور کرم کا وعدہ پورا کرنے کا زیادہ حق دار ہوں اور معلوم ہے کہ دنیا کے منافع دو قسم کے منافع میں محصور ہیں۔ کھانوں اور نکاح کے لذات پس اللہ تعالیٰ نے نکاح اور مطاعم میں حلال اور حرام کو بیان کرنے میں تفصیلی بیان فرما دیا اور جب مطاعم کی نکاح کے مقابلہ میں زیادہ ضرورت تھی تو لازماً نکاح کے بیان

پر بعام کے بیان کو مقدم ذکر فرمایا اور اس بیان کے اختتام میں گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ میں نے دنیا میں طلب کی جانی والی لذات اور منفعتوں میں اپنی ربوبیت اور کرم کا وعدہ پورا کر دیا تو اے میرے بندے! اب تو بھی دنیا میں عہد بندگی کو پورا کرنے میں لگ جا اور جب ایمان کے بعد سب سے بڑی نیکی نماز کی تھی اور نماز کا وضو کے بغیر قائم کرنا ممکن نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے لازماً پہلی شرط وضو کو بیان فرمایا اور فرمایا:

يأيها الذين ءامنوا إذا قمتم إلى الصلاة فاغسلوا وجوهكم وأيديكم إلى المرافق

اس آیت کریمہ میں وضو سے متعلق کئی مسائل ہیں۔

پہلا مسئلہ: قمتم سے کیا مراد ہے؟

اللہ تعالیٰ کے فرمان: إذا قمتم إلى الصلاة سے دو وجوہات کی بنا پر قیام مراد نہیں ہے۔

1. اگر نفس قیام مراد ہو جائے تو پھر تو وضو کا نماز سے متاخر ہونا لازم آئے گا اور یہ بالا جماع باطل ہے۔
2. علما کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر متوضی نے بیٹھے یا لیٹے نماز سے پہلے اعضا دھو ڈالے تو اس کا ذمہ وضو سے فارغ ہو گیا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب تم نماز کے لیے قیام کی تیاری اور ارادہ کرو اور اس میں اگرچہ مجاز استعمال ہوا ہے لیکن یہ مشہور اور متعارف ہے اور اس پر دو دلائل دلالت کرتی ہیں:

1. پختہ ارادہ فعل کے حصول کا ذریعہ ہے اور سبب (ارادہ) کا اطلاق (مسبب) وضو پر ہونا مجاز مشہور ہے۔
2. اللہ تعالیٰ کا فرمان: الرجال قوامون على النساء[3] "مرد عورتوں پر حاکم ہیں" ہے۔

اور اس قیام سے عرفی قیام مراد نہیں جو کہ سیدھا کھڑے ہونے کو کہتے ہیں بلکہ عرف میں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص اس بات پر قائم ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قائما بالقسط[4] "انصاف پر قائم ہو کر۔"

اب اس آیت میں کھڑا ہونا بالکل مراد نہیں بلکہ مراد اس فعل کو بجالانے کے لیے تیار و مستعد ہونا ہے تو اس طرح یہاں پر بھی ہے: إذا قمتم إلى الصلاة کا معنی ہے إذا أردتم أداء الصلاة والاشتغال بإقامتها کہ جب تم لوگ نماز کے ادا کرنے اور اس کی اقامت کا ارادہ کرو[5]۔

دوسرا مسئلہ: کیا وضو کا حکم نماز کے حکم کا تابع ہے؟

بعض علماء کا خیال ہے کہ وضو کا حکم نماز کے حکم کے تابع ہے یعنی وضو کا حکم ایک مستقل حکم نہیں ہے یعنی وضو ایک مستقل عبادت نہیں ہے اور انہوں نے اللہ تعالی کے فرمان (**إذا قمتم إلى الصلاة**) سے استدلال کیا ہے کہ یہ جملہ شرطیہ ہے قیام الی الصلوٰۃ شرط ہے اور بالغسل جزا ہے اور صرف شرط کے ذریعے جب ایک چیز دوسری چیز پر معلق کی جائے تو یہ چیز اس دوسری چیز کے معدوم یعنی شرط کے معدوم ہونے سے معدوم ہو جاتی ہے تو یہ اس کا تقاضا کرتا ہے کہ وضو کا حکم نماز کے حکم کے تابع ہے۔ بعض علماء کے مطابق وضو سے مقصود عبادت ہے اور طہارت قرآن اور حدیث کی رو سے مقصود بذاتہ ہے۔ جہاں تک قرآن کریم کا تعلق ہے تو اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

ولكن يريد ليطهركم "اور لیکن اللہ تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے۔"

حدیث میں حضورؐ کا فرمان ہے:

بني الدين على النظافة[6] "دین کی بنیاد پاکیزگی پر ہے۔"

اور فرمایا:

أمتي غر محجلون من آثار الوضوء يوم القيامة[7] " میری امتی کے اعضا قیامت کے دن وضو کے آثار کی وجہ سے چمک رہے ہوں گے۔"

اسی طرح بہت سی احادیث اس پر وارد ہوئی ہیں کہ وضو گناہوں کے بخشے جانے کا سبب ہے۔

داؤد کہتے ہیں کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا واجب ہے اور اکثر فقہاء فرماتے ہیں کہ واجب نہیں ہے اور داؤد اس آیت کریمہ سے دو طرح استدلال کرتے ہیں۔

پہلا یہ کہ آیت کے ظاہری الفاظ اسی پر دلالت کرتے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالی کا فرمان: إذا قمتم إلى الصلاة یا تو اس سے ایک قیام اور ایک نماز مراد ہوگی تو اس آیت سے خصوصی مراد ہوا اور یا اس آیت کریمہ سے مراد عموم ہوگا اور پہلی بات کئی وجہ سے باطل ہے۔

1. اس اعتبار سے یہ آیت کریمہ مجمل ہو جائے گی اس لیے کہ اس ایک نماز کا تعین آیت کریمہ میں مذکور نہیں ہے اور آیت کو عموم کے بجائے اجمال پر حمل کرنا اس کو افادیت سے نکالتا ہے اور اصل کے خلاف ہے۔
2. اس آیت پر استثنا کا داخل کرنا صحیح ہو جاتا ہے اور استثنا کا اثر یہ ہے کہ وہ افراد کو خارج کرتی ہے۔ ایسے افراد کہ اگر یہ استثنا موجود نہ ہو تو یہ افراد داخل ہوں گے اور یہ عموم کا فائدہ دیتا ہے۔
3. امت کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت کریمہ میں وضو کا حکم ایک بار اور ایک شخص کے ساتھ محصور و مخصوص نہیں ہے لہذا جب یہ خصوص باطل ہوا تو لازم ہے کہ اس آیت کو ہر قیام کے وقت عموم پر حمل کیا جائے اس لیے کہ اگر اس آیت کریمہ کو اس مجمل پر حمل نہ کیا جائے تو یہ آیت کریمہ اپنے مدلول پر دلالت کرنے میں بہت سی دلائل کی محتاج ہو جائے گی تو یہ آیت کریمہ مجمل ہو جائے گی اور داؤد نے یہ پہلے کہا ہے کہ یہ خلاف اصل ہے پس ہماری تقریر سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ آیت کریمہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا واجب ہے۔

داؤد کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اس عموم کو ہم لفظ کے اشارہ سے مستفاد پاتے ہیں اور یہ اس وجہ سے کہ نماز معبود کی خدمت میں مشغول ہونا ہے اور معبود کی خدمت کے لیے ضروری ہے کہ بندہ انتہائی مقدور تعظیم کے ساتھ متصف ہو اور تعظیم کی صورتوں میں ایک صورت یہ بھی ہے کہ بندہ خدمت انتہائی پاکی کی حالت میں کرے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا انتہائی نظافت ہے اور یہ بالکل واضح ہے کہ کسی حکم کا کسی شرط کے بعد ذکر کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حکم (نماز) اس وصف مناسب (شرط وضو) کے ساتھ معلل ہے اور یہ وصف اس کی مناسب علت ہے اور یہ بات اس حکم کا شرط کے عموم کی وجہ سے عام ہونے کا تقاضا کرتا ہے تو لازم آتا ہے کہ ہر بار نماز پڑھنے سے پہلے وضو کرنا واجب ہو پھر داؤد کہتے ہیں کہ اس آیت کو عموم پر حمل کرنے کے جواب میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ قرأت شاذہ میں آیا ہے کہ (إذا قمتم إلى الصلاة وأنتم محدثون) یعنی وأنتم محدثون کی قید سے استدلال کرنا ٹھیک نہیں اور یا یوں کہا جائے کہ ہم اس آیت کے عموم کو خبر واحد کے ذریعے ختم کرتے ہیں جو کہ اس آیت کے عموم کے خلاف ہے۔ داؤد کہتے ہیں کہ یہ دونوں دلائل پیش نہیں کیے جا سکتے نہ تو قرأت شاذہ اور نہ ہی خبر واحد۔ قرأت شاذہ تو یقینی طور پر

مردود ہے اس لیے کہ اگر ہم ایسا قرآن مان لیں جو کو موجود تو ہو لیکن تواتر کے ساتھ منقول نہ ہو تو پھر تو تمام قرآن میں نقصان آجائے گا اور وہ اس طرح کہ یہ کہا جائے گا کہ یہ قرآن جتنا موجود ہے اس سے بھی زیادہ مقدار میں ہوتا لیکن وہ زیادہ مقدار منقول نہیں ہے تو یہ قرآن میں نقصان آجاتا اور اس وجہ سے بھی کہ وضو کے مسائل کی پہچان کرنا ان بڑے مسائل میں سے ہے جن کو بہت عموم حاصل ہے اور بہت عام ہیں اور یہ ان بہت ضروری مسائل میں سے ہے جن کی معرفت کو ہر شخص محتاج ہے تو اگر یہ (وأنتم محدثون) کی قید قرآن کا حصہ ہوتا تو اس کا شاذ باقی رہنا ناممکن تھا اور حدیث سے استدلال کے بارے میں داؤد کہتے ہیں کہ یہ تو قرآن کی خبر کے ساتھ نسخ کا تقاضا کرتا ہے اور یہ جائز نہیں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ (إذا) کلمہ عموم کا فادہ نہیں دیتا اور دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ جب تو اس گھر میں داخل ہو گی تو تجھے طلاق ہے گو یا اگر عورت ایک بار اندر داخل ہو گئی تو اس کو ایک طلاق ہو جاتی ہے اب اگر دوسری بار داخل ہو گئی تو دوسری بار اس کو طلاق نہیں ہوئی اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ إذا کا کلمہ عموم کا فائدہ نہیں دیتا اور اسی طرح جب کوئی آقا اپنے غلام سے کہے کہ جب تو بازار میں داخل ہو جائے تو فلاں کے پاس جاؤ اور اس کو یہ یہ کہو تو غلام کو یہ عمل ایک ہی بار کرنے پر دلالت کرتا ہے۔

جان لو! کہ داؤد کا مسلک طلاق کے مسئلہ میں معلوم نہیں ہے لیکن شاید وہ اس مسئلہ میں عموم کا ہی قائل ہے اور اس طرح داؤد کو یہ جواب دینے کی گنجائش ہے کہ ہم نے اس سے پہلے اس پر دلیل پیش کر دی ہے کہ اس آیت کریمہ میں اذا کا کلمہ عموم کا فائدہ دیتا ہے اس لیے کہ قرآن کریم میں جو احکام وارد ہوئے ہیں ان کا مدار تکرار اور عموم پر ہے اور یہ عموم تمہاری ان دو مثالوں میں نہیں ہے یہ اس وجہ سے کہ خارجی قرائن اس پر دلالت کرتے ہیں کہ یہاں پر امر تکرار اور عموم کے لیے نہیں ہے اور فقہاء نے اپنے قول کی صحت میں حضور کی حدیث سے استدلال کیا ہے جو کہ روایت ہے:

كان يتوضأ لكل صلاة إلا يوم الفتح فإنه صلى الصلوات كلها بوضوء واحد . قال عمر رضي الله عنه : فقلت له في ذلك فقالعمدا فعلت ذلك يا عمر"[8]

"حضورؐ ہر نماز کے لیے وضو فرماتے تھے مگر فتح کے دن ایسا نہیں کیا بلکہ حضورؐ نے پانچوں نمازیں ایک ہی وضو سے ادا فرمائیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے اس بارے میں عرض کیا تو انہوں نے فرمایا میں نے ایسا قصداً کیا ہے اے عمر!"

لیکن داؤد اس کا جواب دیتے ہیں کہ خبر واحد قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتی اور اس طرح یہ حدیث اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ حضورؐ ہمیشہ کے لیے نماز کے لیے نیا وضو فرماتے تھے اور یہ عمل اللہ تعالیٰ کے فرمان:

فاتبعوه[9] "پس اس کی پیروی کرو۔"

کی وجہ سے ہم پر لازم ہوتا ہے کہ ہم بھی ہر نماز کے لیے نیا وضو کریں اور باقی رہا یہ کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضورؐ نے فتح کے دن ایسا نہیں کیا تو داؤد کہتا ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ جب تعارض آیا تو ہمیں کئی وجوہ سے ترجیح حاصل ہے۔

1. فرض کرو کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا اگر واجب نہیں تو کم از کم مستحب تو ضرور ہے اور اصل میں ظاہر بات یہ ہے کہ حضورؐ فتح کے دن میں اعمال میں زیادت فرماتے تھے نہ کہ نقصان۔ اس لیے کہ یہ دن تو اللہ کی جانب سے حضورؐ پر نعمت کے اتمام کا دن تھا اور نعمت کی زیادت کے ساتھ اعمال میں زیادتی کرنا ہے نہ کہ اعمال میں کمی لانا۔
2. بلاشبہ احتیاط ہماری طرف ہے اور اسے یہ فرمان نبوی ﷺ ترجیح دے رہا ہے:

   دع ما يريبك إلى ما لا يريبك"[10] شک کو چھوڑ کر اسے اختیار کرو جس میں شک نہیں۔"
3. قرآن کریم کا ظاہر خبر واحد سے اولیٰ ہے۔
4. قرآن کی دلالت ہمارے قول عموم پر لفظی ہے اور جو حدیث تم لوگوں نے پیش کی وہ تمہارے قول پر عملی دلیل ہے اور قولی دلیل فعلی دلیل سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے اس لیے کہ قولی دلیل فعلی دلالت سے مستغنی کرتی ہے اور اس کے عکس نہیں اس لیے کہ فعل میں قول سے استغنا نہیں تو اس مسئلہ میں یہ مذکورہ بحث تھی اور مذہب مشہور کے ثابت کرنے میں قوی دلیل یہ ہے کہ یہ کہا جائے گا کہ اگر ہر نماز کے لیے وضو واجب ہو جائے تو نماز کے لیے قیام وضو کا موجب ہو جائے گا اور دوسری کسی چیز کی وجہ سے بھی وضو واجب ہو گا لیکن یہ باطل ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے آخر میں فرمایا أو جاء أحد منكم من الغائط أو لامستم النساء فلم تجدوا ماء فتيمموا اللہ تعالیٰ نے یہاں پر قضائے حاجت اور جماع کرنے

والے پر پانی کی موجود نہ ہونے کی صورت میں تیمم واجب فرمایا ہے اور یہ اس کا تقاضا کرتا ہے کہ وضو کا وجوب قیام الی الصلوٰۃ کے علاوہ دوسرے اسباب سے بھی ہو اور یہ ہمارے قول پر دلیل ہوئی یعنی وضو ہر نماز کے لیے واجب نہیں۔

تیسرا مسئلہ: صحت صلوۃ کے لئے وضو کا شرط ہونا

علما کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت کریمہ آیا اس پر دلالت کرتی ہے یا نہیں؟ کہ صحت صلوٰۃ کے لیے وضو شرط ہے۔ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ صحت صلوۃ کے لیے وضو شرط ہے کیونکہ مندرجہ بالا آیت کریمہ اس پر دو طرح سے دلالت کرتی ہے:

1. اللہ تعالیٰ نے نماز کو وضو کے ساتھ طہارت حاصل کرنے پر معلق کیا ہے پھر یہ بیان فرمایا کہ جب یہ پانی معدوم ہو جائے تو یہ نماز صرف تیمم سے صحیح ہو گی اگر یہ شرط نہ ہوتی تو بات صحیح نہ ہوتی۔
2. اللہ تعالیٰ نے نماز کا وضو کے ساتھ حکم فرمایا پس اگر کوئی نماز کا حکم تو پورا کرے اور وضو کا نہ کرے تو اس نے کل مامور بہ پر عمل نہیں کیا اور مامور بہ پر عمل نہ کرنے والا عذاب کا مستحق ہوتا ہے اور حکم سے بری الذمہ ہونے کا اور کوئی معنی نہیں مگر یہی ہے کہ دونوں پر عمل کرے تو جب یہ ثابت ہو گیا تو اس آیت کی اقتضا کی وجہ سے وضو کا نماز کی صحت کے لیے شرط ہونا بھی معلوم ہو گیا۔

چوتھا مسئلہ: نیتِ وضو

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ صحت وضو کے لیے نیت کا ہونا شرط ہے اور اسی طرح غسل کے لیے بھی اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نیت ضروری نہیں ہے[11]۔

امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ اپنے اپنے دعوی کے لیے اس آیت کریمہ کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وضو مامور بہ ہے اور ہر مامور بہ میں یہ ضروری ہے کہ اس کے لیے نیت ہو پس وضو میں ضروری ہے کہ اس کی نیت کی جائے جب یہ ثابت ہوا تو ضروری ہے کہ یہ شرط ہو اس لیے کہ کوئی قائل بالفرق نہیں یعنی یہ کوئی نہیں کہتا کہ واجب ہے تو شرط نہیں اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ کہا کہ وضو مامور بہ ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے:

اغسلوا وجوهكم وأيديكم إلى المرافق وامسحوا برؤوسكم وأرجلكم إلى الكعبين

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اغسلوا اور امسحوا امر کے صیغے ہیں اور اسی طرح ہم نے یہ بھی کہا کہ جو مامور بہ ہو اس کی نیت کرنا ضروری ہے۔ یہ دعویٰ ہم نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کیا کہ:

وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين[12] "اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں اور صرف اسی پر عقیدہ لائیں۔"

اور لیعبدوا میں ظاہراً لام تعلیل کے لیے ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعلیل ناممکن ہے تو اس لام کا باء پر حمل کرنا ضروری ہے اس لیے کہ یہ معروف ہے کہ حروف جار بعض، بعض کی جگہ مجازاً استعمال ہوتے ہیں تو اصل عبارت ہوں جائے گی:

وما أمروا إلا بأن يعبدوا الله مخلصين له الدين اور اخلاص خالص نیت کو کہتے ہیں تو جب خالص نیت کا اعتبار ہوا ہے تو اصل نیت بھی معتبر ہو گی اور ہم نے اس دلیل کو اللہ تعالیٰ کے فرمان: وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين کے ذیل میں ثابت کیا تو ثابت ہوا کہ ہر وضو مامور بہ ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر مامور بہ کی نیت ضروری ہے تو اس پر یقین کرنا لازم ہوا کہ ہر وضو کی نیت ضروری ہے۔ یعنی زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارا یہ قول کہ ہر مامور بہ کی نیت کرنا ضروری ہے یہ بعض صورتوں کے ساتھ مخصوص ہے لیکن ہم نے یہ مقدمہ نص سے ثابت کیا اور عام مخصوص عمل کے علاوہ حجت اور دلیل ہے۔

امام ابو حنیفہؒ نے اس آیت کریمہ سے یہ استدلال فرمایا ہے کہ نیت صحت وضو کے لیے شرط نہیں ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں چار اعضا کے دھونے کا حکم فرمایا ہے اور اس میں نیت کو واجب قرار نہیں دیا پس نیت کا واجب کرنا نص پر زیادت کرنا ہے اور نص میں زیادت نسخ کہلاتی ہے اور قرآن کو خبر واحد یا قیاس کے ذریعے منسوخ کرنا جائز نہیں۔

پانچواں مسئلہ: ترتیب وضو

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ صحت وضو کے لیے ترتیب شرط ہے اور امام مالک اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ترتیب شرط نہیں ہے۔[13] امام شافعیؒ نے اس آیت کریمہ سے اپنے دعویٰ پر کئی طرح سے استدلال کیا ہے۔

1. اللہ تعالیٰ کا فرمان: إذا قمتم إلى الصلاة فاغسلوا وجوهكم یہ تقاضا کرتا ہے کہ چہرہ کا دھونا ابتداً واجب ہو اس لیے کہ "فا" تعقیب کے لیے ہے اور جب اس عضو میں ترتیب واجب ہو گئی تو اس کے علاوہ اعضا میں بھی واجب ہو گئی اس لیے کہ قائل بالفرق نہیں کہ چہرہ میں تو واجب ہو اور دوسرے اعضا میں نہ ہو۔
2. ہم یہ کہتے ہیں کہ ذکر میں ابتدا اور شروع چہرہ پر واقع ہوئی ہے تو لازم ہے کہ ابتدا بھی عملاً اسی سے ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فاستقم كما أمرت[14] "تو قائم رہو جیسا تمہیں حکم ہے" اور حضورؐ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ: ابدؤا بما بدأ الله[15] "اسی سے ابتدا کرو جس سے اللہ تعالیٰ نے ابتدا فرمائی ہے۔" اور یہ حدیث اگرچہ صفا اور مروہ کے قصے میں وارد ہوئی ہے لیکن أن العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ کہ سبب کے خصوص کا۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ بعض صورتوں کے ساتھ مخصوص ہے لیکن عام محلِ تخصیص کے علاوہ حجت اور دلیل ہے۔
3. اللہ تعالیٰ نے ان اعضا کو نہ تو ترتیب حسی کی ترتیب سے ذکر فرمایا اور نہ ہی ترتیب شرعی کے موافق اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ترتیب واجب ہے۔ پہلے مقدمہ (ترتیب حسی کے موافق ذکر) میں بیان یوں ہے کہ ترتیب حسی یہ ہے کہ سر کے مسح سے شروع کر کے قدم کی جانب نزول کیا جائے یا قدم سے ابتدا کی جائے اور سر کی جانب چڑھا جائے اور آیت میں مذکورہ ترتیب ایسی نہیں ہے اور ترتیب شرعی یہ ہے کہ اعضا مغسولہ کو ایک جگہ اکٹھا ذکر کیا جائے اور ممسوح کو جدا ذکر کیا جائے اور آیت کریمہ ایسی نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ممسوح کو مغسولات کے مابین ذکر کیا اور یہ اس پر دلیل ہے کہ ترتیب واجب ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ کلام میں ترتیب کو ختم کرنا قبیح جانا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے کلام کو اس سے پاک کرنا واجب ہے لہٰذا اس پر اس صورت میں عمل ترک کیا گیا ہے جس میں اس بات کی تنبیہ دینے کے لیے، کہ یہ کلام محتمل ہو، یہ ترتیب واجب ہے اور اس کے علاوہ کی صورتوں میں کلام کو اصل قاعدہ کے موافق ہی مانا جائے گا جو کہ ترتیب ہے۔

4. وضو کا واجب کرنا غیر معقول چیز ہے اور غیر معقول واجب میں یہ ضروری ہے کہ اس کو نص کے وارد ہونے کے موافق ہی عمل میں لایا جائے۔

پہلے مقدمے کا بیان کئی طرح سے ہے:

1. حدث جسم کے ایک حصہ سے نکلتا ہے اور دھونا جسم کے کسی دوسرے حصہ کا واجب ہوتا ہے اور یہ خلاف عقل ہے۔

2. محدث کے اعضا پاک ہیں اللہ تعالی کے اس فرمان کی وجہ سے:

إنما المشركون نجس[16] "مشرک ناپاک ہیں۔"

اور إنما کا کلمہ حصر کے لیے ہے اور حضورؐ کا ارشاد ہے:

المؤمن لا ينجس حيا ولا ميتا[17] "مؤمن ناپاک نہیں ہوتا نہ زندہ نہ مردہ۔"

اور پاک کو پاک کرنا تو ناممکن ہے۔

3. شریعت نے تیمم کو وضو کا قائم مقام قرار دیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تیمم پاکی اور طہارت کے بالکل مخالف ہے۔

4. شریعت نے مسح علی الخفین کو غسل اور دھونے کے قائم مقام ٹھہرایا ہے اور یہ بالکل واضح ہے کہ موزے پر مسح کرنا نفس عضو پر پاکی کا سبب نہیں ہے۔

5. بدبودار کھارا پانی طہارت کا فائدہ دیتا ہے اور عرق گلاب طہارت کا فائدہ نہیں دیتا۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ وضو غیر معقول طور پر واجب ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا تو اس میں اعتماد نص کے وارد پر ہی کیا جائے گا یعنی جیسا نص نے بیان کیا تو ویسا ہی عمل کیا جائے گا اس لیے کہ یہ احتمال موجود ہے کہ یہ مذکورہ خلاف شرع اور خلاف حسی ترتیب یا تو حکم تعبدی کے طور پر واجب ہوئی ہو اور یا کسی خفیہ نکتہ اور حکمت کی وجہ سے واجب ہوئی ہے جس کو ہم نہیں جانتے اور اسی سبب کی وجہ سے ہم نے ارکان صلوۃ میں ترتیب مذکورہ کی رعایت رکھنا بھی واجب قرار دی ہے اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارکان صلوۃ کو مرتب ذکر فرمایا اور وضو کے اعضا کو بھی اس آیت کریمہ میں مرتب ذکر فرمایا تو جب نماز میں تریب واجب ہوئی ہے تو یہاں بھی ترتیب واجب کرنا اولیٰ ہے۔

امام ابو حنیفہؒ نے اس آیت کریمہ سے اپنے دعویٰ پر استدلال کیا ہے اور فرمایا کہ واؤ کا لفظ ترتیب واجب نہیں کرتا تو آیت کریمہ میں ترتیب کے وجوب کا عنصر موجود نہیں ہے اگر ہم ترتیب کے وجوب پر قول کریں تو یہ نص پر زیادت ہو گی اور یہ نسخ ہے جو کہ ناجائز ہے۔

چھٹا مسئلہ: وضو کے افعال کا تسلسل

امام ابو حنیفہؒ کے مطابق صحت وضو کے لیے افعال وضو کا مسلسل اور پے در پے کرنا لازم نہیں ہے اور یہ امام شافعیؒ کا بھی جدید قول ہے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ شرط ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اعمال کو واجب فرمایا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان اعمال کا واجب کرنا موالات اور تراخی دونوں کے طور پر واجب کرنے میں مشترک احتمال موجود ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے آخری حصہ میں بیان فرمایا کہ یہ عمل طہارت کے حصول کا فائدہ دیتا ہے جو کہ اللہ کا یہ فرمان ہے (**ولکن یرید لیطھرکم**) تو ثابت ہوا کہ بغیر موالاۃ کے وضو طہارت کے حصول کا فائدہ دیتا ہے تو لازم ہے کہ ہم اس پاکی کے ساتھ حضورؐ کے فرمان کی وجہ سے جواز صلوٰۃ کا قول کریں کہ:

مفتاح الصلاۃ الطھارۃ[18] "نماز کی چابی طہارت ہے۔"

ساتواں مسئلہ: نواقض وضو

1. امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ سبیلین کے علاوہ جو چیز خارج ہو وہ ناقضِ وضو ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ غیر سبیلین سے خارج وضو نہیں توڑتا[19]۔ امام ابو حنیفہؒ اس آیت کریمہ کے ساتھ استدلال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا ظاہر ہر نماز کے لیے وضو کرنے کو لازم کرتا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا تو اس پر عمل اس وقت متروک ہو گا کہ جب کوئی نجس چیز بدن سے خارج نہ ہو لیکن باقی صورتوں میں جب کوئی نجس چیز خارج ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا اور امام شافعیؒ نے حضورؐ کی حدیث پر اعتماد فرمایا ہے کہ "**احتجم وصلی ولم یزد علی غسل أثر محاجمه**"[20] حضورؐ نے حجامت کی (پچھنے لگوائے) اور نماز پڑھی اور حجامت کی جگہ دھونے کے علاوہ اور کوئی جگہ نہیں دھوئی یعنی وضو نہیں فرمایا۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ خارج من السبیلین میں وضو لازم نہیں جب یہ خارج چیز غیر معتاد (عادت کے خلاف ہو) اور دمِ استحاضہ میں وضو ٹوٹنے کو تسلیم کرتے ہیں اور ربیعہؒ فرماتے ہیں کہ دم استحاضہ سے بھی وضو لازم نہیں ہوتا۔

2. امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ وہ نماز جو کہ رکوع اور سجود پر مشتمل ہو اس میں قہقہ مارنا ناقضِ صلوۃ ہے اور باقی ائمہ فرماتے ہیں کہ ناقضِ صلوۃ نہیں ہے اور امام ابو حنیفہؒ عمومِ آیت سے استدلال کرتے ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

3. امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت کا چھونا وضو توڑتا ہے اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نہیں توڑتا۔ امام شافعیؒ: أو لامستم النساء کے عموم کے ساتھ استدلال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ عموم اللہ تعالیٰ کے فرمان: أو لامستم النساء کے ساتھ مؤکد ہوا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کی دلیل خبر واحد یا قیاس ہے۔

4. امام شافعیؒ کے نزدیک اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نہیں ٹوٹتا[21]۔ امام شافعیؒ آیت کے عموم کے ساتھ استدلال فرماتے ہیں اور یہ عموم حدیث کے ساتھ مؤکد ہے جیسا کہ حضورؐ فرماتے ہیں:

من مس ذکرہ فلیتوضأ[22] "جس نے ذکر (عضو تناسل) کو چھوا تو وہ وضو کرے۔"

5. جمہور علما کے مطابق منہ بھر کے قے آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

6. تکیہ لگا کر سونے یا اونگھ آنے سے اور بے ہوش ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

آٹھواں مسئلہ: شرائط صحتِ وضو

1. اگر کسی کے بدن یا چہرہ پر نجاست ہو اور پھر اس کو دھو ڈالا اور اس نے دھونے کے ساتھ حدث سے پاکی کا ارادہ کر لیا تو یہ وضو صحیح ہے یا نہیں؟ یہ دھونا کافی ہے اس لیے کہ اس کو (فاغسلوا) کے ذریعے غسل کا حکم دیا گیا ہے اور وہ حکم اس نے پورا کر دیا لہٰذا اس کا ذمہ فارغ ہو جائے گا اس لیے کہ جب کسی کو طہارت اور پاکیزگی کی حاجت ہو اور وہ نہانے کے وقت وضو کا ارادہ کر لے تو اس کا وضو صحیح ہو جاتا ہے۔ تو اسی طرح یہاں پر بھی ہے اور اسی طرح حضورؐ بھی فرماتے ہیں:

لکل امريء ما نوى[23] "جس شخص نے جو نیت کی تو اس کو کی نیت کے موافق ملے گا۔"

اور اس شخص نے بھی پاکی کی نیت کی ہے تو لازمی ہے کہ اس کو بھی اس کی مراد ملے۔

2. اگر کوئی شخص پرنالے کے نیچے کھڑا ہو یہاں تک کہ اس پر پانی بہہ گیا اور اس نے رفع حدث کی نیت کی تو کیا اس کا وضو صحیح ہے یا نہیں؟ یہ کہنا ممکن ہے کہ یہ وضو صحیح نہیں ہوتا اس لیے کہ اس کو غسل اور دھونے کا حکم ہے اور غسل ایک عمل ہے جو کہ اس نے نہیں کیا اور یہ بھی کہنا ممکن ہے کہ اس کا وضو صحیح ہے اس لیے کہ غسل اس فعل سے عبارت ہے جو کہ دھل جانے کی طرف مفضی ہو اور پرنالے کے نیچے کھڑا ہونا بھی انغسال یعنی دھلنے کا سبب ہے لہٰذا یہ کھڑا ہونا غسل ہوا۔

3. جب یہ اعضا دھو لیے پھر اس کے بعد اس میں کسی جگہ سے جلد اتر گئی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس جلد کے نیچے کی جگہ مغسول نہیں ہے اور دھلی ہوئی جگہ تو وہ جلد تھی جو کہ اکھڑ گئی اور گر گئی۔

4. غسل عضو پر پانی بہانے کو کہتے ہیں پس اگر یہ اعضا گیلے تو ہو گئے لیکن ان سے پانی نہ بہا تو یہ کافی نہیں ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے عضو پر پانی بہانے کا حکم فرمایا ہے اور جنابت کے غسل میں یہ احتمال موجود ہے کہ یہ گیلا کرنا ہی کافی ہو جائے اور فرق یہ ہے کہ وضو میں غسل کا حکم ہے اور یہی صرف پانی کے بہانے سے ہی حاصل ہو گا اور جنابت میں طہارت کا حکم ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ولكن يريد ليطهركم اور یہ صرف گیلا کرنے سے بھی حاصل ہوتا ہے۔

5. اگر کسی نے برف لی اور اپنے چہرے پر پھیر لی اب اگر ہوا گرم تھی اور اس برف کو پگھلانے والی تھی اور بہنے لگی تو یہ جائز ہے اور اگر اس کے خلاف ہو تو پھر جائز نہیں۔ امام مالکؒ اور اوزاعیؒ اس کے خلاف قول کرتے ہیں۔ شوافع کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان فاغسلوا ہے جو کہ یہ تقاضا کرتا ہے کہ یہ غسل کا مامور ہے اور سردی میں اس کو غسل نہیں کہا جاتا تو لازم ہے کہ یہ کافی نہ ہو۔

نواں مسئلہ: مسواک سنت ہے یا واجب؟

جمہور علما کے نزدیک مسواک کرنا سنت ہے اور داؤد کہتے ہیں کہ واجب ہے لیکن اس کا ترک کرنا نماز میں نقصان کا باعث نہیں۔ جمہور علما کی دلیل یہ ہے کہ مسواک آیت کریمہ میں مذکور

نہیں ہے اور پھر بھی اللہ تعالیٰ نے وضو کے مذکورہ اعمال پر طہارت کے حصول کا حکم اپنے اس فرمان سے فرمایا ہے (ولکن یرید لیطھرکم) لہٰذا جب طہارت حاصل ہوگئی تو نماز کا جواز بھی حضورؐ کے فرمان کی رو سے حاصل ہوگیا کہ مفتاح الصلاۃ الطھارۃ

دسواں مسئلہ: تعدد اعمالِ وضو

جمہور فقہا کے نزدیک وضو کے اعمال میں تین پر عمل کرنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔ واجب صرف ایک مرتبہ ہے اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے غسل کا حکم فرمایا اور فرمایا:

فاغسلوا وجوهكم وأيديكم

اور غسل کی حقیقت بدن میں ایک مرتبہ سے ہی موجو ہو جاتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اسی مقدار پر طہارت کے حصول کو مرتب فرمایا اور فرمایا:

ولكن يريد ليطهركم تو یہ ثابت ہے کہ وضو کی صحت میں ایک مرتبہ دھونا ہی کافی ہے[24]۔

اور پھر اس کی تائید حضورؐ کی اس حدیث سے ہوتی ہے:

هذا وضوء لا يقبل الله الصلاة إلا به"[25] حضورؐ نے ایک مرتبہ وضو فرمایا اور فرمایا کہ یہ وہ وضو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بغیر نماز قبول نہیں فرماتا۔ یعنی ایک بار وضو کے اعمال کرنے سے وضو ہو جاتا ہے۔ اور داؤد کہتے ہیں کہ واجب ہے لیکن اس کا ترک کرنا نماز میں نقصان کا باعث نہیں۔

گیارواہواں مسئلہ: وضو کے لئے تسمیہ

وضو کی ابتدا میں تسمیہ سنت ہے اور احمد اور اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ واجب ہے اگر اس کو قصداً چھوڑ دیا تو طہارت ختم ہو جاتی ہے شوافع کی دلیل یہ ہے کہ تسمیہ آیت میں ذکر نہیں پھر بھی طہارت کا حکم لگا ہوا ہے اور اس دلیل کا بیان پہلے گزر چکا ہے پھر اس کی تاکید حضورؐ کی حدیث سے ہوتی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

من توضأ فذكر اسم الله عليه كان طهورا لجميع بدنه ومن توضأ ولم يذكر اسم الله عليه كان طهورا لاعضا وضوئه[26]

"جس نے وضو کیا اور تسمیہ پڑھا تو اس کے پورے بدن کو طہارت حاصل ہوئی اور جس نے بغیر تسمیہ کے وضو کیا تو صرف وضو کے اعضا پاک ہو گئے۔"

بارھواں مسئلہ: اعضاء وضو کے دھونے کی کیفیت

1. لمبائی میں چہرے کی حد پیشانی کے آغاز سے لے کر ٹھوڑی کے اختتام تک ہوتا ہے۔ اور چوڑائی میں ایک کان سے لے کر دوسرے کان تک۔ لفظ وجه (چہرہ) مواجہۃ سے ہے پس اس پورے کا دھونا واجب ہے۔
2. ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنکھ کے اندر میں پانی داخل کرنا واجب ہے اور باقی حضرات عدم دخول کے قائل ہیں۔ ابن عباسؓ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان (فاغسلوا وجوهكم) کی رو سے تمام چہرے کا دھونا واجب ہے اور آنکھ اس چہرہ کا جز ہے تو ضروری ہے کہ اس کا دھونا واجب ہو۔ فقہاء کرام کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آخر آیت میں فرمایا کہ (ما يريد الله ليجعل عليكم من حرج) اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آنکھ میں پانی داخل کرنے میں حرج ہے۔
3. امام شافعیؒ کے نزدیک مضمضة (غرارے کرنا) اور استنشاق (ناک میں پانی ڈالنا) وضو اور غسل میں واجب نہیں۔ اور امام احمدؒ اور اسحٰق کے نزدیک دونوں میں واجب ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک غسل میں واجب ہے اور وضو میں واجب نہیں۔ شوافع کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چہرہ کا دھونا واجب کیا ہے اور وجہ اس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ملاقات کے وقت سامنا کیا جاتا ہے اور ناک اور منہ کا اندرون غیر مواجہ ہے تو یہ وجہ میں داخل نہیں ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ چار اعضا کو پانی کا پہنچانا طہارت کا فائدہ دیتا ہے کہ ولكن يريد ليطهركم اور جب طہارت آجائے تو طہارت کی وجہ سے نماز کا پڑھنا ٹھیک ہو جاتا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔

4. رخسار اور کانوں کے درمیانی حصہ کا دھونا امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب نہیں۔

5. امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہلکی داڑھی کے بالوں کے تہہ تک پانی پہنچانا ضروری ہے اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ واجب نہیں۔
6. داڑھی کا جو حصہ چہرہ سے باہر ہے، اس کا دھونا اور جو حصہ چوڑائی میں کانوں کی طرف نکلا ہے اس کا دھونا ضروری ہے یا نہیں؟ امام شافعیؒ کے اس بارے میں دو اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ دھونا واجب ہے۔ دوسرا یہ کہ دھونا واجب نہیں ہے اور یہ امام مالکؒ ابو حنیفہؒ اور مزنی کا قول ہے۔ امام شافعیؒ کے پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ ہم نے گھنی داڑھی میں اس پر اتفاق کیا ہے کہ بالوں کی جڑوں کو جو کہ جلد ہے، پانی پہنچانا ضروری نہیں۔ ہم نے یہ تکلیف اس لیے ساقط کر دی کہ ظاہری داڑھی کو ہم نے جلد کے قائم مقام ٹھہرایا تھا کہ گویا وہی چہرہ ہے اور جب داڑھی کا ظاہر چہرہ کہلاتا ہے اور تمام چہرہ کا دھونا تو (فاغسلوا وجوھکم) کی وجہ سے دھونا واجب ہے تو اس دلیل کی وجہ سے تمام داڑھی کے ظاہر کو پانی پہنچانا ضروری ہوا۔
7. اگر کسی عورت کے چہرہ پر داڑھی نکل آئی تو اس کے چہرہ کے چمڑے کو پانی پہنچانا ضروری ہے اگرچہ اس کی داڑھی گھنی کیوں نہ ہو اور یہ اس وجہ سے کہ آیت کریمہ کا ظاہر چہرہ کے دھونے کے وجوب پر دلالت کرتا ہے اور چہرہ ماتھے کی ابتدا سے لے کر ٹھوڑی کی انتہا تک پھیلے ہوئے چمڑے کا نام ہے اب اس پر ہم نے مردوں کے حق میں حرج کو دفعہ کرنے کی بنا پر عمل چھوڑ دیا ہے اور عورت کی داڑھی نادر ہے تو وہ اپنے اصل حکم پر ہی برقرار رہے گی۔

پانچ جگہوں پر گھنے بالوں کی تہہ تک بھی پانی پہنچانا ضروری ہے: (۱) ان بالوں کے نیچے جو ہونٹ اور ٹھوڑی کے درمیان ہوتے ہیں (۲) آبرو کے نیچے (۳) مونچھوں کے نیچے (۴) رخسار پر کان کے مقابل بال اور پلکیں (۵) دونوں آنکھوں کی مژگاہ کے نیچے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان فاغسلوا وجوھکم چہرہ کی تمام جلد کے دھونے پر دلالت کرتا ہے۔ گھنے داڑھی میں دفعاً للحرج عمل چھوڑ دیا گیا اور یہ بال کم ہیں اس لیے ان کو پانی پہنچانے میں حرج نہیں تو یہ اپنے اصل پر دھونے کے حکم میں باقی رہیں گے۔

8. شعبیؒ فرماتے ہیں کہ کانوں کا اگلا حصہ چہرہ میں شمار ہے تو اس کا چہرہ کے ساتھ دھونا واجب ہے اور کانوں کا پچھلا حصہ سر میں شمار ہے تو اس کا مسح کرے گا اور ہمارے یہاں کان چہرہ میں بالکل داخل نہیں ہے اس لیے کہ چہرہ اس کو کہتے ہیں جس سے مواجھۃ ہو اور کان ایسے نہیں۔

9. جمہور فرماتے ہیں کہ ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا واجب ہے اور امام مالکؒ اور زفرؒ فرماتے ہیں کہ کہنیوں کا دھونا واجب نہیں ہے اور یہ اختلاف اللہ تعالیٰ کے فرمان (وأرجلكم إلى الكعبين) میں بھی واقع ہے۔ امام زفرؒ کی دلیل ہے کہ (الیٰ) کا کلمہ غایہ کے انتہاء کے لیے آتا ہے اور جو چیز کسی حکم کا غایہ مقرر کیا جاتا ہے تو وہ غایہ اس حکم سے خارج ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان:

ثم أتموا الصيام إلى الليل[27] "پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔"

میں لیل (رات) صیام کے حکم سے خارج ہے لہٰذا یہ ضروری ہوا کہ کہنیوں کا دھونا واجب نہیں ہے۔

10. اگر کسی شخص کا ہاتھ کٹا ہو تو اگر کہنی سے کم کٹا ہو تو اس پر بقیہ مرفق کا دھونا واجب ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: فاغسلوا وجوهكم وأيديكم إلى المرافق ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونے کا تقاضا کرتا ہے جب بعض حصہ کٹنے کی وجہ سے ساقط ہو گیا تو باقی حصہ کا دھونا آیت کی بنا پر واجب ہے اور اگر مرفق سے زائد کٹا ہے تو اس پر کسی چیز کا دھونا واجب نہیں اس لیے کہ حکم کا محل ہی موجود نہیں ہے اور اگر کہنی کے جوڑ میں کٹا ہے تو پانی کا ہڈی کی جانب پھیرنا واجب ہے اور یہ اس وجہ سے کہ جب مرفق کا دھونا واجب ہے اور مرفق دو ہڈیوں کے جوڑ کا نام ہے تو جب اس جوڑ پر پانی کا بہانا واجب ہے تو ہڈی کی دوسری جانب کو لازماً پہنچانا ضروری ہے۔

11. دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر مقدم کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ احمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ تقدیم واجب ہے۔ جمہور علماء کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھوں اور پاؤں کو مطلقاً ذکر فرمایا ہے اس میں دائیں کی بائیں پر تقدیم ذکر نہیں اور یہ اس پر دلیل ہے کہ دونوں ہاتھوں کا دھونا واجب ہے چاہے جس طرح سے بھی ہو۔

12. ہاتھ کے دھونے میں سنت یہ ہے کہ پانی کو ہتھیلی پر ڈالا جائے اور پھر اس ہتھیلی سے کہنی کی جانب پانی کو بہایا جائے گا اور اگر ایسا کیا کہ کہنی پر پانی ڈالا اور ہتھیلی تک بہا دیا تو بعض فرماتے ہیں

کہ یہ جائز نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وأیدیکم إلی المرافق تو مرفق اور کہنی اور غسل کا منتہی قرار دیا گیا ہے۔ اب اس کو مبداء (ابتدا کا عمل) بنانا آیت کریمہ کے خلاف ہے تو ضروری ہے کہ ایسا جائز نہ ہو اور جمہور فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ یہ عمل وضو کی صحت میں کوئی خلل اور نقصان نہیں لاتا البتہ سنت کا ترک کرنا لازم آتا ہے۔

13. اگر ایک کہنی پر دو بازو نکل آئے اور دو ہتھیلیاں ہوں تو ان سب کا دھونا آیت کے عموم کی وجہ سے واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: وأیدیکم إلی المرافق میں ہے۔ جیسا کہ اگر کسی کی ہتھیلی پر ایک زائد انگلی نکل آئی تو اس آیت کے حکم کی وجہ سے اس کا دھونا بھی واجب ہے۔

14. امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ سر کے مسح میں واجب وہ کم سے کم مقدار ہے جس کو مسح کہا جا سکتا ہو اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ تمام سر کا مسح واجب ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ چوتھائی سر کا مسح واجب ہے[28]۔

15. عمامہ پر مسح کرنا کافی نہیں۔۔ کیونکہ آیت کریمہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ سر پر مسح واجب ہے اور عمامہ پر مسح کرنا سر پر مسح نہیں ہے۔

16. علمانے پاؤں کے مسح اور غسل میں اختلاف کیا ہے۔ جمہور فقہاء اور مفسرین فرماتے ہیں کہ ان کا دھونا فرض ہے اور داؤد اصفہانی فرماتے ہیں کہ ان دونوں کا جمع کرنا واجب ہے بعض علماء کا مؤقف ہے کہ مکلف مسح اور غسل میں مختار ہے۔

17. جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ کعبین پنڈلی کی جانبین سے دو ابھری ہوئی ہڈیاں ہیں اور امامیہ اور جو مسح کے وجوب کے قائل ہیں وہ اس جانب مائل ہیں کہ کعب اس گول ہڈی کو کہتے ہیں جو کہ گائے اور بکری کی ہڈی جو پنڈلی کی ہڈی کے نیچے یوں ہے کہ پنڈلی اور قدم کا جوڑ ہے۔

18. امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ اور اکثر فقہاء نے مسح علی الخفین کو جائز قرار دیا ہے۔ مسافر موزے پہننے کے بعد حدث لاحق ہونے سے لے کر تین دن اور تین راتیں مسح کر سکتا ہے۔۔ اوزاعیؒ اور احمدؒ فرماتے ہیں کہ حدث لاحق ہونے کے بعد مسح کرنے کے وقت کا اعتبار ہے۔

19. ایسا شخص جس کے ہاتھ اور پاؤں کٹ گئے ہوں ان دو حکموں سے بری ہے اور اس پر چہرے کا دھونا اور سر کا مسح باقی ہے اب اگر کوئی شخص اس کے پاس موجود نہ ہو جو کہ اس کو وضو کروائے

یا اس کو تیمم کرائے تو اس شخص سے یہ حکم بھی ساقط ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان وامسحوا برؤوسکم وأرجلکم إلی الکعبین اس عمل پر قدرت کے ساتھ مشروط ہے۔ تو جب قدرت ساقط ہو گئی تو حکم بھی ساقط ہو جائے گا۔

حواشی و حوالہ جات

1 سورۃ المائدۃ ۵: ۶

2 سورۃ المائدۃ ۵: ۱

3 سورۃ النساء ۴: ۳۴

4 سورۃ آل عمران ۳: ۱۸

5 البغوی، ابو محمد الحسین بن مسعود، المعالم التنزیل ۳: ۲۰، دار طیبۃ للنشر والتوزیع، مکان الطبع نامعلوم، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء

6 کنز العمال ۱: ۱۲، حدیث (۲۶۰۰۲)

7 امام بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الوضو، باب لا یتوضأ من الشك حتی یستیقن ۱: ۱۳۶، حدیث (۶۳)، دار ابن کثیر الیمامہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۷ء

8 صحیح مسلم، کتاب الوضو، باب جواز الصلوٰۃ کلھا بوضوء واحد ا: ۲۳۲، حدیث (۲۷۷)

9 سورۃ سبا ۳۴: ۲۰

10 صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب تفسیر المشبہات ۲: ۲۳۷، حدیث (۱۹۴۷)

11 المزنی، اسماعیل بن یحییٰ، مختصر المزنی ۱: ۲، دار المعرفہ للطباعت والنشر، بیروت، لبنان، (س۔ن)

12 سورۃ البینۃ ۹۸: ۵

13 ابو بکر، شمس الدین محمد بن ابی سہل، المبسوط ۱: ۹۸، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۱۱ء

14 سورۃ ھود ۱۱: ۱۱۲

15 صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ، حدیث (۱۲۱۸)۔۔۔ مسند احمد، حدیث (۱۵۱۷۰)

16 سورۃ التوبہ ۹: ۲۸

17 الجامع الصحیح البخاری، کتاب الغسل، باب الجنب یخرج ویمشی فی السوق، حدیث (۲۸۱)

18 مسند احمد، حدیث (۱۰۰۶)۔۔۔ سنن الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء مفتاح الصلوۃ طہور، حدیث (۳)

19 المبسوط ا: ۱۳۴

20 الجامع الصحیح البخاری، کتاب الوضو، باب من لم یر الوضوء إلا من المخرجین من القبل والدبر، حدیث (۱۷۴)

21 ابو المظفر، یحییٰ بن محمد بن ہیرہ الشیبانی، اختلاف الأئمۃ العلماا: ۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۳ 1423ھ/ ۲۰۰۲ء

22۔ سنن الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب الوضو من مس ذکر، حدیث (۸۲)۔۔۔۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الوضو من مس ذکر، حدیث (۱۸۱)

23 صحیح البخاری، باب کیف کان بدء الوحی، حدیث (۱)

24 ابو محمد، علی بن احمد بن حزم الاندلسی، المحلی بالآثار شرح المجلی بالإختصار ا: ۳۹۰

25 سنن البیہقی الکبریٰ، باب فضل التکرار فی الوضوء، حدیث (۳۸۳)

26۔ سنن البیہقی الکبریٰ، باب التَّسْمِيَةِ عَلَى الْوُضُوءِ، حدیث (۲۰۰)

27 سورۃ البقرۃ ۲: ۱۸۷

28 اختلاف الأئمہ العلما ا: ۴۲